برطانیہ میں جبری شادی کے حوالہ سے ایک رپورٹ

گلاسگو (رپورٹ طاہر انعام شیخ نمائندہ جنگ) سکاٹ لینڈ کی ۳۰ سالہ پاکستانی نژاد خاتون نسرین اکمل جس نے برطانوی تاریخ میں پہلی بار اپنی طے شدہ شادی کو زبردستی کی شادی قرار دیتے ہوئے اس کی تنسیخ کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کیا تھا الزام لگایا ہے کہ اسے مسلم کیمونٹی کی طرف سے مسلسل خوف و ہراس میں مبتلا رکھا جا رہا ہے۔ نامعلوم افراد کی طرف سے موت کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ راہ چلتے گالیاں دی جاتی ہیں۔ لیٹر بکس کے ذریعے کتوں کی غلاظت اندر پھینک دی جاتی ہے اور کار کو نقصان پہنچایا جاتا ہے۔ مسز نسرین اکمل آج کل گلاسگو میں اپنے تین بچوں کے ساتھ مقیم ہیں۔ ان کی فیملی ۱۹۶۰ء میں سکاٹ لینڈ آکر آباد ہوگئی تھی۔ ۱۹۶۸ء میں جب ان کی والدہ اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لیے پاکستان گئی ہوئی تھیں، وہاں نسرین کی پیدائش ہوئی لیکن بعد ازاں اس کی پرورش اور تعلیم سکاٹ لینڈ میں ہوئی۔ ۱۴ سال کی عمر میں اسے دوبارہ پاکستان لے جایا گیا جہاں نسرین کے دعوے کے مطابق والدین نے اس کی مرضی کے خلاف ایک ایسے شخص سے شادی کر دی جسے اس نے زندگی بھر نہ دیکھا تھا۔ بعد ازاں نسرین کا خاوند اکمل بحیثیت منگیتر برطانیہ چلا آیا اور ان کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے۔ نسرین نے اپنی شادی کو زبردستی کی شادی قرار دیتے ہوئے اس کی منسوخی کے لیے عدالت میں درخواست دے دی۔ مشہور وکیل کیمرون فائف نے مقدمہ لڑا اور عدالت نے شادی کو جبری قرار دیتے ہوئے اسے سرے سے ہی منسوخ قرار دیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ شادی سرے سے قرار ہی نہیں پائی اور اس کی کسی طرح سے بھی کوئی حیثیت نہیں۔ شادی کی منسوخی کے مقدمے کو زبردست شہرت ملی۔ نسرین نے بتایا کہ اس تاریخی فیصلے کے بعد تقریباً سو سے زیادہ مردوں اور عورتوں نے اپنی زبردستی کی شادیوں کو عدالت کے ذریعے منسوخ قرار دلوایا نیز ایسے والدین جو اپنے بچوں کو اغوا کر کے یا بہانے سے پاکستان لے جا کر ان کی جبری شادیاں کر دیتے تھے ان کی حوصلہ شکنی ہوئی۔ نسرین کا کہنا ہے کہ اس بات کا کریڈٹ اس کو جاتا ہے۔ نسرین نے اپنی پہلی شادی کی منسوخی کے بعد دوبارہ شادی نہیں کی۔ اس نے بتایا کہ جب میں نے اپنی شادی کو ختم کرانے کے تاریخی فیصلے کے لیے عدالت سے رجوع کیا تو مجھے علم تھا کہ مسلم کیمونٹی میں اس بات کا شدید رد عمل ہوگا۔ مجھے کیمونٹی سے خارج کر دیا جائے گا لیکن میرا خیال تھا کہ یہ صورتحال صرف دو چار سال تک رہے گی اس کے بعد حالات معمول پر آجائیں گے۔ اب تقریباً سات سال ہونے کو ہیں لیکن لوگوں کی نفرت کم ہونے کی بجائے دن بدن شدید ہوتی جا رہی ہے۔ مسلم کیمونٹی کا خیال ہے کہ میری وجہ سے اسلام کی بدنامی ہوئی ہے۔ میں اس قابل ہوں کہ مجھے جہنم کی آگ میں جلنا چاہیے۔ میرے گھر کو بم سے اڑانے کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ حال ہی میں دو ایشیائی لڑکے میرے گھر کے باہر بیٹھے میری نقل و حرکت کا جائزہ لیتے رہے جس کی میں نے پولیس کو رپورٹ درج کروا دی ہے اور وہ تفتیش کر رہے ہیں۔ ایک شخص نے میرے گھر کو توڑنے کی کوشش کی۔ بچے اس قدر خوفزدہ ہیں کہ کئی ماہ سے گھر میں قیدی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ باہر لوگ ان کو "حرامی" کہہ کر پکارتے ہیں کیونکہ شادی کی منسوخی کے بعد ان کی ولدیت ختم ہوگئی ہے۔ کئی دکاندار میرے بچے کو سودا نہیں دیتے اور شدید نفرت کرتے ہیں۔ میں مسلسل خوف و ہراس کی زندگی بسر کر رہی ہوں اور میرے بچوں کی زندگیاں تباہ ہو رہی ہیں۔ اب میں اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہو رہی ہوں اور ایسی جگہ جانا چاہتی ہوں جہاں مسلمانوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہو۔ کیمرون فائف جنہوں نے نسرین اکمل کا مقدمہ لڑا تھا، کہا کہ وہ ایک مضبوط اعصاب والی عورت ہے لیکن کوئی بھی فرد اتنے سال تک مسلسل مصیبتوں کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے ساتھ نہایت زیادتی ہو رہی ہے۔ محمد سرور ایم پی نے کہا کہ اگر اس خاتون کو گزشتہ کئی سالوں سے کوئی تنگ کر رہا ہے تو پولیس کو فوراً ایکشن لینا چاہیے تھا۔ یہ پولیس کی صریحاً کوتاہی ہے۔ بصورت دیگر بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا جا رہا ہے۔ ایشیائی لڑکیوں کی شادی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ والدین کو بچیوں کی خواہشات کا احترام کرنا چاہیے اور میرے خیال میں مسلم والدین کی اکثریت بچوں کی رضامندی سے ہی کام کرتی ہے۔ پاکستان فورم سکاٹ لینڈ کے صدر محمد حنیف راجہ اور سیکرٹری ملک غلام ربانی نے کہا کہ اسلام زبردستی کی شادیوں کے خلاف ہے لیکن طے شدہ شادی کو زبردستی کی شادی قرار دینا بالکل غلط بات ہے۔ طے شدہ شادی ہمارے کلچر کا حصہ ہے۔ نسرین اکمل کے بلا ثبوت بیانات سے ایسے عناصر کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جو مسلمانوں کو بدنام کرنے کے خواہشمند ہیں۔ جمعیت اتحاد المسلمین کے سیکرٹری ڈاکٹر محمد شفیع کوثر نے کہا کہ مجھے اس کہانی میں بہت کم حقیقت نظر آتی ہے۔ میرے علم میں کوئی ایسے افراد نہیں جو لڑکی کے درپے ہوں۔ اب یہ قصہ پرانا ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ممکن ہے کہ لڑکی اپنے چند مخصوص مفادات مثلاً مکان تبدیل کرنے کے لیے یہ کہانی بنا رہی ہے۔

(جنگ لندن ـ ۲۴ جون ۹۹ء)